Lesson 5: Yusuf (Ayaat 88- 111): Day 20 سُوْرَةُ يُوْسُف کی تفسیر

حضرت یوسفؑ کی کہانی کا ڈراپ سین ہوتا ہے۔ نبی کریمؐ کو یہ کہانی تب سُنائی جا رہی ہے جب لوگوں نے آپؐ سے سوال کیا تھا۔ پوری کہانی میں کہیں اشارہ نہیں ملتا کہ نبیؐ بیچ میں ہیں، کہانی سُن رہے ہیں، اب اللہ تعالیٰ نبیؐ کو پُکارتے ہیں۔ یعنی خطاب کیئے بغیر آپؐ سے بات ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

اے محمدؐ، یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم تم پر وحی کر رہے ہیں ورنہ تم اُس وقت موجود نہ تھے جب یوسفؑ کے بھائیوں نے آپس میں اتفاق کر کے سازش کی تھی۔

یہ قصہ یوسفؑ، جس کے بارے میں نہ آپؐ جانتے تھے نہ مکہ والے جانتے تھے۔ یہ سب آپ کے ذریعے پہنچتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن ایک زبانی کلام ہے۔ یہ قصہ مکہ والوں کے لیے نیا تھا۔ تورات میں اس کا ذکر تھا لیکن یہود نے اسکو بہت بدل دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کے ذریعے یہ قصہ ہم تک پہنچا کر اس بات کی دلیل دے دی کہ حق اور حقیقت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ۔ اس میں یوسفؑ کے بھائیوں کی طرف اشارہ ہے، اُنکی چالوں کا جو اُنہوں نے یوسفؑ کے قتل کے سلسلے میں کیں۔

کیا پتہ چلا کہ نبیؐ غیب نہیں جانتے تھے۔ اور دوسرے بات اس آیت سے پتہ چلی کہ آپؐ حاضر ناظر نہیں تھے۔ اگر آپؐ حاضر و ناظر ہوتے تو کیا اللہ سبحانہ و تعالیٰ یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ اے محمدؐ آپ کو تو پہلے ہی پتہ ہے۔ آپؐ تو اُس وقت وہاں موجود تھے۔ ایسا کچھ نہیں کہا۔ تو قرآن کا یہ اسلوب ہے کہ ایسی

خبریں جو ماضی سے متعلق ہوں، نبیؐ کو سُنانے کے بعد کہا جاتا ہے کہ آپکو پہلے علم نہیں تھا۔ ہم نے آپؐ کو بتادی ہیں۔ یہ ساری باتیں سُن کے نبیؐ کے دل میں خیال آیا ہو گا کہ یہود کے سارے عالم مسلمان ہو جائیں گے۔ کیوں کہ اُنھوں نے جو سوال پوچھا تھا اُسکا جواب مل گیا۔ چلیں مکہ والوں نے اُن کے کہنے پہ سوال پوچھا تھا تو اب اتنا خوبصورت، اتنی تفصیل سے جواب پا کر ایمان پہ آجائیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔

وَمَآ أَكۡثَرُ ٱلنَّاسِ وَلَوۡ حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِينَ ﴿١٠٣﴾

مگر تم خواہ کتنا ہی چاہو اِن میں سے اکثر لوگ مان کر دینے والے نہیں ہیں ۔

یہ بہت بڑی حقیقت ہے کہ جس کا دل نہیں پگھلنا ہوتا، نہیں پگھلتا۔ اتنا خوبصورت واقعہ، اتنی خوبصورت آیتیں بھی لوگوں کو ہدایت سے ہٹتے ہوئے نہیں روک پاتیں۔ کہاں کسی کے لفظوں کو سُن کے ہدایت آئے گی۔ جب کوئی نہ ماننے کی ٹھان لیتا ہے تو وہ نہیں مانتا۔ اُس وقت انسان کا نفس آڑے آجاتا ہے۔ مکہ والوں کو کچھ اور مسئلہ تھا، مدینہ والوں کو کچھ اور مسئلہ تھا۔ دونوں مسئلوں کا ایک ہی انجام ہوا کہ اکثر ایمان نہیں لائے۔ نبی کریمؐ کے دل پر کتنی چوٹ پڑتی ہو گی۔ قائل بھی ہو گئے، مائل بھی ہو گئے لیکن ایمان نہیں لائے۔ جب لوگ نبیؐ کی بات پر بات نہیں مانتے تو میری اور آپ کی بات کس کے دل پہ اُترے گی۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر

مردِ ناداں پہ کلامِ نرم و نازک بے اثر

آپ پھولوں جیسے الفاظ سے کسی کو بات بتائیں، جس کو نہیں سمجھ آنی، نہیں آئے گی۔ تو اس کے لیے اللہ سے بہترین راہنمائی لینے کی ضرورت ہے۔

وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

حالانکہ تم اس خدمت پر ان سے کوئی اجرت بھی نہیں مانگتے ہو یہ تو ایک نصیحت ہے جو دنیا والوں کے لیے عام ہے۔

آپ نے اس سارے قصے کو سُنانے کے لیے کوئی اُجرت نہیں لی تھی۔ لوگ پیسے خرچ کر کے جھوٹے ڈرامے دیکھنے جاتے ہیں اور سچی کہانیاں جن میں اتنے ڈھیر سارے سبق ہیں اُن کو نہیں مانتے۔ یہ لوگوں کی محرومی ہوتی ہے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ یہ یاد دہانی ہے تمام جہان والوں کے لیے۔ یعنی یہ قرآن ایک ریمائنڈر ہے۔ انسان کو اُس کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتا ہے۔ یہ بے غرض دعوت ہے۔ کسی بھی مالی یا اخلاقی مفاد سے پاک ہے۔ پوری کہانی میں حضرت یوسفؑ کا بے لوث ہونا دکھایا گیا۔ لیکن اتنی باتوں کے باوجود لوگ نہ مانیں تو پھر اُن کو چھوڑ دو۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اس کتاب کی آیتوں کو وہی پڑھے گا جس نے کائنات کی آیتوں کو پڑھ لیا۔ اسی لیے اب اگلی آیتوں میں کائنات پر ہی غور و فکر ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ غور و فکر کی دعوت دو طریقوں سے دیتا ہے۔

1 قرآن کی آیتوں سے

2 کائنات کی آیتوں سے

بعض دفعہ لوگ قرآن کی آیتوں کو پڑھ کر بھی محروم رہ جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض دفعہ لوگ کائنات میں صُبح شام اُٹھتے بیٹھتے، آتے جاتے ان ساری چیزوں سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔

وَكَأَيِّن مِّنْ ءَايَةٍ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ﴿١٠٥﴾

زمین اور آسمانوں میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پرے یہ لوگ گزرتے رہتے ہیں اور ذرا توجہ نہیں کرتے ۔

یہ آیت مجھے اور آپ کو پوچھتی ہے کہ لوگ کیوں منہ موڑ لیتے ہیں؟ باہر کائنات کی کتنی نشانیاں ہیں۔ گرمی، سردی، دھوپ، چھاؤں، آپ کی اپنی ذاتی زندگی میں آپکو اللہ کے کتنے کارنامے دکھتے ہیں۔ کئی دفعہ ٹوٹتے گھر جُڑ جاتے ہیں، کئی دفعہ خوشحال رہنے والے ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں۔ کیا یہ ساری نشانیاں لوگوں کو اللہ کی طرف بُلانے کے لیے کافی نہیں ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر لوگ کیوں نہیں مانتے؟ تو جواب یہ ہے کہ اس ماننے کے بعد پھر پابندیاں لگتی ہیں۔ صرف اللہ کو مان لینا کوئی بڑی بات نہیں لیکن اللہ کی بات ماننی پڑتی ہے۔ نہ ماننے کا سبب باہر نہیں بلکہ اندر ہے۔ جو اللہ سے محبت کرتا ہے پھر ہو نہیں سکتا کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں پر غور نہ کرے۔

یہ اللہ کا شکوہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک اس کتاب سے تعلق نہیں جُڑا تھا، تب تک کائنات صرف کائنات تھی۔ جب اس کتاب سے جُڑے تو کائنات بھی ایک کتاب لگنے لگی۔ آسمان کے نیچے سے گُزرتے ہوئے کبھی نہیں سوچا کہ اتنی بڑی چھت کیسے ہے۔ زمین سے فائدے تو اُٹھاتے ہیں لیکن نہ زمین بنانے والے کو پایا اور نہ آسمان بنانے والے کو۔ کیوں کہ لوگ اپنے ہی خیالوں میں مگن ہیں۔

میں اس آیت کو پڑھتی ہوں تو مجھے اُس شخص کا خیال آتا ہے جس نے کانوں میں ہیڈ فون لگائے ہوں، ارد گرد کچھ بھی ہو رہا ہو، اُسے کچھ ہوش نہیں۔ وہ اپنی ہی دنیا میں مگن ہے۔ یا پھر کوئی ایسا شخص ہے جس نے اپنی آنکھوں پہ بہت گہرے رنگ کے گلاسسز لگائے ہیں۔ اُس کو سبز گھاس بھی کالی نظر آتی ہے، آسمان بھی کالا، ہر چیز کالی نظر آتی ہے لیکن وہ اپنی ہی دُھن میں گزر جاتا ہے۔

عَنۡهَا مُعۡرِضُوۡنَ؛ ہم اپنی ذاتی زندگی کے دُکھوں میں اتنے مگن ہوتے ہیں، یا ذاتی زندگی کی خوشیوں میں اتنے مگن ہو جاتے ہیں کہ ہمیں ہوش ہی نہیں کہ اللہ نے کتنی پیاری کائنات بنا دی۔ ہم غور ہی نہیں کرتے۔

وَمَا يُؤۡمِنُ اَكۡثَرُهُمۡ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمۡ مُّشۡرِكُوۡنَ ﴿۱۰۶﴾

ان میں سے اکثر اللہ کو مانتے ہیں مگر اس طرح کہ اُس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھیراتے ہیں ۔

یہ وہ آیت ہے کہ جب میں اپنے سارے سفر کے آغاز میں اس آیت پہ آئی تو مجھے اُس دن یہ بات سمجھ آئی تھی کہ کلمہ پڑھنے والے بھی مشرک ہوتے ہیں۔ یہ جو ہم سوچتے ہیں کہ لَاِلٰہَ الاَّاِللّٰہ کی تسبیحات اور اس کا اتنی دفعہ پڑھنا ہمیں شرک سے آزاد کر گیا ہے تو یہ آیت اُسکی نفی کرتی ہے۔ اگر اس آیت کا سیدھا سیدھا ترجمہ کریں تو مطلب کیا ہے کہ بہت سارے اللہ کو ماننے والے، ماننے کے باوجود مشرک رہتے ہیں۔

اس آیت پہ پہلے دفعہ مجھے یہ خوف آیا تھا کہ کہیں میں بھی مشرک تو نہیں ہوں۔ یہ بہت بڑی حقیقت ہے کہ اللہ کو ہر مذہب والے مانتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ کسی اور کو بھی شریک بناتے ہیں۔ کوئی بُتوں کو

، کوئی مادی چیزوں کو شریک بناتے ہیں۔ اور ہم مسلمان صرف اتنا فرق کرتے ہیں کہ رام، رام نہیں کہتے۔ زبان سے اللہ، اللہ کہتے ہیں لیکن دل میں کئی طاغوت چُھپے ہوتے ہیں۔ یہ فائدہ دے دے اور وہ نقصان نہ دے دے۔ جب اللہ تعالیٰ سے نگاہیں ہٹتی ہیں تو پھر اِدھر اُدھر جاتی ہیں۔ حنیفیت کی نظر سے آپ اللہ سے جُڑے رہیں، آپکو اِرد گرد کے طاغوت نظر نہیں آئیں گے۔

مُعۡرِضُوۡنَ کا لازمی نتیجہ مُّشۡرِکُوۡنَ ہے۔

مثلاً آپ کلاس میں بیٹھے ہیں اور نوٹس نہیں لے رہے تو آپ اِدھر اُدھر سوچیں گے۔ آپ کو خود نہیں پتہ ہو گا ور آپ کہیں اور پہنچے ہوں گے۔ لیکن جب تک آپ کی نظریں کتاب پہ ہوتی ہیں، آپکے قلم چل رہے ہوتے ہیں تو آپ کو کوئی اور سوچ ہی نہیں آتی۔ تو یہی بات ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ پر نظریں لگیں گی، توجہ رکھیں گے تو اللہ کو پہچانیں گے۔ لیکن جو اللہ کی قدر نہیں پہچانتا وہ دوسروں کو اپنا سہارا بنانے لگتا ہے۔ بُتوں کو پوجنے والے دنیا میں بہت تھوڑے ہیں لیکن نفس کے بُت کو پوجنے والے بہت سارے ہیں۔ سب سے بڑی گمراہی جس میں لوگ عموماً شکار رہے ہیں وہ "شرک" ہے۔ اللہ کو مان کے بھی لوگ مشرک ہو جاتے ہیں۔ آپ بچے کو توجہ نہ دیں تو وہ رو کے آپ کی توجہ لیتا ہے تو جس رب نے سب کچھ دیا کیا وہ توجہ نہ دینے پر ہمیں ایسے ہی چھوڑ دے گا۔ تو اللہ سے اپنا معاملہ سیدھا کرنے کی بہت ضرورت ہے۔

یہاں لفظ مُّشۡرِکُوۡنَ آیا ہے۔ کوئی چھوٹا لفظ نہیں آیا۔ مُفسِدون، مُجرِمون، نہیں آیا۔ لٰہذا ایمان باللہ کو محکم کرنے کی ضرورت ہے۔ سورۃ نساء آیت 48 اور 116 میں ہم نے شرک کی قباحت دیکھی تھی۔ بدترین گناہ ہے۔ شرک ایسا گناہ ہے جو اللہ معاف نہیں کرے گا جب تک بندہ خود توبہ نہ لے۔

تو آج کے شرک کو پہچاننے کی ضرورت ہے۔ آج چاند، سورج، ستاروں کو پوجنے کا شرک نہیں ہے، آج اصل میں اگر شرک ہے تو شرک "فی الذات" ہے۔ اللہ کے ساتھ شرک "فی الصفات" ہے۔ آج کا شرک سائنس سے ملا ہوا ہے۔ مادہ پرستی، توہم پرستی، نفس پرستی، دولت پرستی کا شرک ہے۔ رسم ورواج پرستی، خاندان پرستی کا شرک ہے۔

تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتے ہیں تو پھر آؤ ذرا دیکھو!

اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٠٧﴾

کیا یہ مطمئن ہیں کہ خدا کے عذاب کی کوئی بلا انہیں دبوچ نہ لے گی یا بے خبری میں قیامت کی گھڑی اچانک ان پر نہ آجائے گی؟

پوری سورۃ میں اس سے زیادہ ڈرانے والی کوئی آیت نہیں گزری۔ ہم عموماً فلموں، ڈراموں کے آخر میں خوش ہوتے ہیں، شادی ہوگئی، سارے خوش رہنے لگے۔ قرآن کا مزاج دیکھیں، کوئی ذکر نہیں آیا کہ ذلیخہ کی یوسفؑ سے شادی ہوئی یا نہ ہوئی، اللہ نے کوئی ذکر نہیں کیا لیکن لوگوں نے کہانیاں گھڑ لیں۔ اللہ نے کہا اس سے عبرت لو۔ پڑھ کے بھی اخلاق نہیں سنورا، تو کچھ نہ پایا۔ پھر نفس کے بُت کو پوجتے ہو، تمہاری اَنا پہ چوٹ پڑے تو پھر دیکھو تم کیسے تڑپتے ہو۔ اب اگلی آیت میں اصل دین بتا دیا۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۚ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٨﴾

تم ان سے صاف کہہ دو کہ "میرا راستہ تو یہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی، اور اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں"

کون سا راستہ؟ اخلاص کا، احسان کا، توحید کا، لوگوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کا۔ یعنی میں اس دینِ اسلام پہ بڑا خوش ہوں۔ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ توحید کا راستہ۔ بَصِيْرَةٍ قرآن، سُنت، دانائی، دل کی روشنی۔

اب مجھے یہ قرآن مل گیا ہے، سُنت مل گئی ہے، پوری بصیرت کے ساتھ۔ اب میں اور میرے ساتھی اسی پہ قائم رہیں گے۔ اب میں اس راستے کو چھوڑ کے کہیں نہیں جاؤں گا۔ اس ایک آیت میں اصل ایمان "توحید" کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ لوگوں کو صرف اللہ کی طرف جوڑنا چاہیئے۔ اصل دعوت ہی یہ ہے۔ یوسفؑ اور نبیؐ کی زندگی اسی بات کی دلیل تھی کہ میں تمہیں اللہ کی طرف بُلاتا ہوں۔ کسی جماعت، کسی اُستاد، کسی گروہ کی طرف نہیں بُلاتا۔ اور میں پورے یقین کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ میرے پاس اصلی علم ہے، اور صرف میں ہی نہیں بلکہ میرے ساتھی بھی یہی کام کر رہے ہیں۔ یہ ایک داعیِ دین کا یقین ہے جو آپ سے صحیح کام کروائے گا۔ اور اگر لوگوں کو دیکھ کے آئیں گے تو پھر لوگوں کو دیکھ کے چلے جائیں گے۔

خود کو لوگوں کے رویوں کے تابع نہ کریں۔ ورنہ آپ نقصان پائیں گے۔ کوئی آپ کو سُنتا رہے آپ خوشی خوشی کام کریں گے اور اگر کسی ایک نے آپ کی بات نہ مانی تو آپ کہیں گے کہ مجھے ضرورت نہیں اب یہ سب کرنے کی۔ اللہ کے راستے میں چلتے چلتے کیسے راستہ چھوڑ سکتے ہیں۔ یہ بات نفس کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔ سورۃ یوسف پڑھنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس سال کے دورۂ

قرآن کی گراونڈ بن گئی ہے۔لوگ پورا قرآن پڑھ جاتے ہیں لیکن ایمان نہیں ملتا۔اللہ چاہتا ہے کہ لوگ ہر چیز سے بے نیاز ہو کے خالص اللہ کے بن جائیں۔اب اگلی آیت میں نبوت کی بات ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰی ؕ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

اے محمدؐ، تم سے پہلے ہم نے جو پیغمبر بھیجے تھے وہ سب بھی انسان ہی تھے، اور انہی بستیوں کے رہنے والوں میں سے تھے، اور اُنہی کی طرف ہم وحی بھیجتے رہے ہیں پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ اُن قوموں کا انجام انہیں نظر نہ آیا جو ان سے پہلے گزر چکی ہیں؟ یقیناً آخرت کا گھر اُن لوگوں کے لیے اور زیادہ بہتر ہے جنہوں نے (پیغمبروں کی بات مان کر) تقویٰ کی روش اختیار کی کیا اب بھی تم لوگ نہ سمجھو گے؟

جو لوگ بھی آپؐ سے پہلے بھیجے گئے وہ سب انسان تھے۔وہ بشری تقاضے پورے کرتے تھے۔ بعض اوقات لوگ ہدایت کی طرف آنے کے لیے یہ شرط لگا دیتے ہیں کہ ہدایت کی طرف بُلانے والا بشری تقاضوں سے آزاد ہو۔اسی سے تصوف نے جنم لیا۔کہ پیر صاحب کبھی سوئے ہی نہیں، اُنکو وضو کی ضرورت نہیں اور اُن کی نمازیں پڑھی پڑھائی ہیں۔اس کا یہ نقصان ہوتا ہے کہ لوگ ایسے لوگوں کے سحر میں کھو جاتے ہیں اور نبیوں کا وجود مٹی کا ہوتا ہے لیکن اُنکا اخلاق، رویے نورانی ہوتے ہیں۔

آج نور اور بشر کے جھگڑے چھیڑ کے لوگوں کو گمراہ کیا جارہا ہے۔ہمیں اس بات پہ پوچھ نہیں ہوگی کہ نبی نُور تھے یا بشر تھے۔ ہمیں تو یہ پوچھا جائے گا کہ اُنکی بات مانی یا نہ مانی۔اس لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتے

ہیں کہ نبیوں کی زندگیوں کو رول ماڈل بناؤ گے تو کامیابی ہو گی۔ پہلے نبیوں کے مشن کی بات کی اور اب نبیوں کا مقام بتایا جا رہا ہے کہ اپنی زندگیوں کو اُن کے مطابق گزار کے تو دیکھو۔

بَصِيْرَةٍ کو سیلف موٹیویشن لکھیں۔ ہر حال میں دین کا کام کرتے تھے۔ ایک رواجی یا تقلیدی دین ہوتا ہے اور ایک ہوتا ہے بصیرت والا۔ دونوں میں یہ فرق ہے کہ رواجی دین والے نمازیں بہت اچھی پڑھیں گے، حج ہر سال کریں گے، موقع مل جائے تو عمرہ کریں گے، روزے رکھیں گے، کھانے کھلائیں گے، مسجدوں میں قالین بچھوائیں گے لیکن کبھی تبلیغ نہیں کر سکیں گے۔ کیوں کہ اس میں بہت مخالفتیں ہیں۔

یہ مسلسل کام ہے۔ تبلیغ کے لیے شعوری دین کی ضرورت ہوتی ہے۔ تقلیدی ذہن کے ساتھ بندہ صرف لوگوں کی پیروی کر سکتا ہے۔ لوگ مجھے کیا کہتے ہیں، لوگ ناراض نہ ہو جائیں۔ قرآن کچھ اور کہتا ہے، ہماری گھریلو زندگی کسی اور رُخ ہی چلتی ہے۔ کچھ لوگ کتاب کو چھوڑ دیتے ہیں، اور کچھ اُس بات کو چھوڑ دیتے ہیں۔ کرنا یہ ہے کہ اُس ماحول کو چھوڑنا ہے۔ اس طرح روایتی اور رواجی دین چھوڑ کے اصل دین قائم کرنا ہے۔

انبیاء اکرام کو جب حق نظر آ گیا تو وہ چین سے نہیں بیٹھے۔ اُنہیں تڑپ لگ گئی کہ اسے آگے پہنچائیں، دوسروں کو بتائیں۔ اور رواجی مسلمان اس کو دیوانگی کہتے ہیں۔ کبھی اللہ کے نبیؐ کی تڑپ دیکھیے۔ طائف کیوں گئے۔ اور کوئی اچھی اُمید بھی نہیں لیکن دل میں تھا کہ شائد اِدھر والے نہیں مان رہے تو اُدھر والے مان جائیں۔ یہ سورۃ یوسف کا اینڈ ہو رہا ہے۔ نبیؐ کہہ رہے ہیں کہ میں تمہیں اللہ کی طرف بُلا رہا ہوں۔ آج ہم گھنٹوں ایک فنکشن پہ لگا دیتے ہیں۔ لوگوں کے چہروں پہ کوئی پریشانی، فکر نہیں نظر

آتی ہے۔ اور اُس ایک فنکشن کے لیے ہم لاکھوں روپے، وقت، توانائی لگا دیتے ہیں۔ کوئی اس کو بیوقوفی نہیں کہتا کہ یہ پیسے جمع کر کے حج کا فریضہ ہی پورا کر لو۔ موجوں کے رُخ پہ چلنا، یہ بہت آسان ہے۔ لیکن دریا کے رُخ کے اُلٹ چلنا، یہ تھپیڑوں کا سفر ہے۔ اس میں سانس پھولتا ہے۔ اس بات کی صرف اُسکو سمجھ آتی ہے جسکو بصیرت مل جائے۔

اللہ سے خیر مانگا کریں کہ اللہ میرے قدم جمے رہیں۔

ہم نے اللہ کو پایا ہی نہیں۔ آج ہمارے گھروں میں، سکولوں میں، ہماری دعوتوں میں کیا ہو رہا ہے۔ یہ کتاب اتنی پیچھے پڑی ہوئی ہے اور ہم اسے پیچھے ڈال کے اپنے تعلقات نبھا رہے ہیں۔

یہ غازی یہ تیرے پُر اسرار بندے

جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

اُدْعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ یہ ذوقِ خدائی ہے۔ یہ مانگا کریں۔ سب دعا کریں کہ اللہ ہمیں اپنا ذوق دے دے۔ مجھے اپنی محبت، اپنی معرفت دے دے، ورنہ آپ لُڑھک جائیں گے۔ ایک بُلبُل درخت پہ بیٹھا تھا اور اُس کی چونچ میں پتھر تھا۔ اُس نے وہ پتھر پانی میں پھنکا تو پانی میں گرداب بن گیا، ہلچل ہوئی۔ یہ دیکھ کے درخت کو بھی شوق ہوا اور اُس نے بھی ایک پتہ پانی میں پھینکا لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔ تو یہ منظر دیکھ کر بُلبُل نے کہا کہ جن کے اپنے اندر وزن ہوتا ہے وہ ہلچل پیدا کر سکتے ہیں۔ تو ہمارے اپنے اندر وزن نہیں، ہلکے ہو کے پھر رہے ہیں۔ چھوٹی سی بات پہ پریشان ہو جاتے ہیں۔ آج ہم مسلمانوں کا اپنا وزن ختم ہو گیا اور ہم نبیوں کے اس مشن کو نہیں سمجھے۔

اَفَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَیَنۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ؕ۔ کہاں گئے وہ موج مستی کرنے والے۔ یاد رکھیئے جب تک زمانے کو "نہ" "نہیں کہیں گے، "لا" کی تلوار سے سارے طاغوطوں کے سر قلم نہیں کریں گے، آپ کو "اِلااللہ" کی بات سمجھ نہیں آئے گی۔ ہم اپنی سوسائٹی، خاندان کو 'نہ' کر ہی نہیں پاتے۔ اگر 'نہ' کہتے ہیں تو اس کتاب کو کہتے ہیں۔ وَ لَدَارُ الۡاٰخِرَۃِ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ۔ اور یقیناً آخرت کا گھر بہتر ہے اُن لوگوں کے لیے جو تقویٰ کی روش اختیا کریں۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ ابھی بھی تمہیں آخرت اور دنیا کا فرق سمجھ نہیں آتا۔

ابھی بھی موت اور زندگی کی حقیقت نہیں پڑھی۔ یوسفؑ کے پاس کیا نہیں تھا۔ اور وہ کہہ رہے ہیں اللہ مجھے اپنی محبت، اپنا ساتھ دے۔ نیکوں کا ساتھ دے۔ آج آنکھیں بند کریں، دنیا ہم سے پہلے آنکھیں پھیر لے گی۔ نبیوں نے زندگیاں لگادیں۔ حتیٰ کہ کیا ہوا۔

حَتّٰۤی اِذَا اسۡتَیۡـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوۡۤا اَنَّہُمۡ قَدۡ کُذِبُوۡا جَآءَہُمۡ نَصۡرُنَا ۙ فَنُجِّیَ مَنۡ نَّشَآءُ ؕ وَ لَا یُرَدُّ بَاۡسُنَا عَنِ الۡقَوۡمِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۱۱۰﴾

پہلے پیغمبروں کے ساتھ بھی یہی ہوتا رہا ہے کہ وہ مدتوں نصیحت کرتے رہے اور لوگوں نے سن کر نہ دیا) یہاں تک کہ جب پیغمبر لوگوں سے مایوس ہوگئے اور لوگوں نے بھی سمجھ لیا کہ اُن سے جھوٹ بولا گیا تھا، تو یکایک ہماری مدد پیغمبروں کو پہنچ گئی پھر جب ایسا موقع آجاتا ہے تو ہمارا قاعدہ یہ ہے کہ جسے ہم چاہتے ہیں بچا لیتے ہیں اور مجرموں پر سے تو ہمارا عذاب ٹالا ہی نہیں جاسکتا ۔

یہ اصل حقیقت ہے۔ نبی کس سے مایوس ہوئے۔ یہ قرآن کی مشکل آیتوں میں سے ہے کہ رسول کیسے مایوس ہوتے ہیں۔ تو بات یہ ہے کہ جب بھی نبی کسی قوم کی طرف بھیجے جاتے ہیں تو قوم میں بہت بگاڑ آچکا ہوتا ہے۔ جیسے آج کے مسلمانوں میں آیا ہوا ہے۔ اگر اللہ نے نبیؐ کو آخری نبی نہ بنایا ہوتا، محمد ﷺ خاتم النبیین نہ ہوتے تو اس وقت آپ دیکھتے لگاتار نبی آتے۔ جتنا اس وقت دنیا میں بگاڑ ہے۔ جب نبی آتے ہیں تو وہ لوگ جن کی فطرت سلامت ہوتی ہے، وہ تو ایمان لے آتے ہیں۔ نبی اوپر سے رسمی، رواجی پردوں کو ہٹاتے ہیں اندر سے سچا ایمان آجاتا ہے۔

بالکل ایسے جیسے لسی کو بلوئیں تو اندر سے مکھن اکٹھا ہو کے اوپر آجاتا ہے اور نیچے صرف لسی رہ جاتی ہے۔ اور جب دلوں میں ہدایت نہیں رہتی تو اللہ کہتے ہیں ہماری پکڑ آجاتی ہے۔ اللہ کے نبیؐ مکہ چھوڑ کے کبھی نہ جاتے اگر آپؐ کو یہ یقین نہ ہوتا کہ اب یہاں کچھ نہیں رہا۔ وَظَنُّوٓا اَنَّهُمۡ قَدۡ كُذِبُو یہاں اَظَنُّوٓ سے مُراد وہ قوم ہے جن کے پاس نبی آتے ہیں۔

آپ سب جب قرآن میں اتنی خوشخبریاں سُنتے ہیں اور عملی زندگی میں دین پہ آتے ہیں تو آزمائشیں ہی آزمائشیں ہیں تو لگنے لگتا ہے کہ یہ سب باتیں ہیں۔ ایمان پہ آنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تو جب صحابہ کو بھی لگا کہ کچھ ہو نہیں رہا۔ ایسے لگا کہ اب کوئی نہیں آنا۔ اور دوسری طرف اُن قوموں کو بھی اتنی مستیوں کے باوجود کوئی پکڑ ہی آتی نہیں دکھتی تو وہ بھی کہتے ہیں کوئی عذاب نہیں ہے، ایسے ہی باتیں بناتے ہیں۔ جیو اور جینے دو۔ تو پھر جَآءَهُمۡ نَصۡرُنَا ہماری مدد آتی ہے۔ پھر فیصلے ہو جاتے ہیں اور اللہ جن کو چاہتا ہے نجات دے دیتا ہے۔

لَقَدۡ كَانَ فِیۡ قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٌ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِیۡثًا یُّفۡتَرٰی وَلٰـكِنۡ تَصۡدِیۡقَ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡهِ وَتَفۡصِیۡلَ كُلِّ شَیۡءٍ وَّهُدًی وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾

اگلے لوگوں کے ان قصوں میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جارہا ہے یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں انہی کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت۔

اب کہا جارہا ہے کہ سورۃ یوسف سے عبرت حاصل کرو۔ یہ وقعات تورات میں بھی تھے۔ قرآن ان کی تصدیق کرتا ہے۔ حضرت یوسفؑ کے قصے کے سلسلے میں آپ دیکھیں تو قرآن کے مقالے میں تورات میں بہت زیادہ خرابیاں ہیں۔ اگر آپ پڑھیں تو پتہ چلتا ہے کہ قرآن میں کیا قصہ ہے اور تورات میں کیا ہے۔ تورات میں اس قصے کو اتنا تباہ کردیا کہ پڑھتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔

اور اسکے اندر خرابیاں پیدا کردیں۔ جو ایمان کی نظر سے اس قرآن کو پڑھے گا اُس کو اس سے ہدایت بھی ملے گی اور رَحمت بھی ملے گی۔ کیوں کہ یہ آخری کتاب ہے۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ قصہ ختم ہوا تو بات ختم لیکن یہاں مقصد پہ لمبی بات ہورہی ہے۔ ہم سب کو اس پہ غور و فکر کرنا ہے۔

ہر نبی کی زندگی سے یہی پُکاریں ملیں گی۔ آپکو کسی نبی کی کہانی پڑھتے ہوئے یہ نہیں لگے گا کہ انکا پیغام دوسرے نبیؐ کے پیغام سے مختلف ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کی اصلاح فرما دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سورۃ سے نصیحت لینے والا اور عمل کرنے والا بنادے۔ آمین

هُدًى اور رَحْمَةً کا فرق نوٹ کر لیجیۓ۔ انسان ابتدا میں ھُدًی بنتا ہے۔ جیسے آپ راہنمائی لے رہے ہیں۔ پھر تجسس بڑھتا ہے کہ اب اگلی سورۃ میں کیا آرہا ہے۔ ہر سورۃ کے خاتمے پہ اگلی سورۃ کا انتظار اور اس طرح بڑھتے بڑھتے رَحْمَةً کب بنتا ہے، جب منزل نظر آنے لگتی ہے۔ جب قرآن تکمیل کے مراحل میں ہوتا ہے تو رحمت بن جاتا ہے۔ آپ جتنا زیادہ قرآن میں آگے بڑھتے جائیں گے یہ قرآن آپ کے لیے رحمت بن جائے گا۔ آپ کے دلوں میں اس طرح پھوار بن کے پڑے گا کہ آپ کو اپنی زندگی سے بہت سارے سبق ملیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہماری زندگی میں بھی وہ وقت لائے کہ ہم اس قرآن سے رحمت لینے والے اور اپنے کردار اور اخلاق کو بہتر بنانے والے بن جائیں۔ آمین